اقبالؒ کے فارسی کلام میں کشمیر کا منظر نامہ

آصف علی چٹھہ☆

Abstract

Kashmir's history is replete with many a repercussion both favouring and unfavouring. The nature is generous enough to offer it a landscape matchless in the world and hence called paradise on earth. Unfortunately this beauty turned for it to be non- benevolent as it was and still is occupied by the non- native tyrant. Given its importance the great poet of the East Allama Muhammad Iqbal had composed on it both in Urdu and Persian verses. This article deals with the Persian verses of Iqbal on the beautiful valley of Kashmir.

پنجاب سے شمال کی طرف کشمیر کا سرسبز و شاداب اور حسین و جمیل خطہ واقع ہے۔ کشمیر کے فلک بوس کوہساروں، دل نشیں سمن زاروں، دلکش مرغزاروں، مسکراتے چشموں، گنگناتی آبشاروں، کھلکھلاتی ندیوں، پرکیف جھیلوں، گل پوش وادیوں، زعفران کے سنہرے کھیتوں، آتش بداماں چناروں، اور سرخ و سپید رنگت کے خوبصورت مکینوں کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ قدرت نے اس وادی کو حسن و جمال اور رعنائی و دل آویزی سے حصہ وافر عطا کیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ تصویرِ کشمیر کے خد و خال ابھارنے اور نکھارنے میں سلاطین، سیاح،

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو گورنمنٹ ایم۔ اے۔ او کالج، لاہور

مورخین اور اہل قلم ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔شہنشاہ جلال الدین اکبر، نورالدین جہانگیر، شاہجہاں، اورنگ زیب عالمگیر اوربعض دیگر سلاطین وفرماں روابھی حسن کشمیر کے اسیر رہے۔کشمیر کے دلفریب حسن و جمال کی مدح خوانی میں متعدد فارسی شعرابھی مصروف نظر آتے ہیں۔ ان میں فرخی سیستانی، ضیا الدین ہروی، امیر معزی، سعدی شیرازی، حافظ شیرازی، عرفی، فیضی، ظہوری، طالب آملی، جان محمد قدسی، ابو طالب کلیم اورغنی کاشمیری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح اردو کے بیسیوں شعرا کی شاعری بھی ذکر کشمیر سے مزین ہے۔لیکن کشمیر کے عشاق کی اس طویل فہرست میں شاعرمشرق علامہ محمد اقبالؒ کا نام بہت ہی ممتاز اورنمایاں ہے۔

کلام اقبال کے سرسری مطالعے سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اقبال کا دل پورے عالم اسلام کے لیے دھڑکتا ہے اوروہ اپنے جگر میں تمام ملت اسلامیہ کا درد رکھتے ہیں لیکن اسے کشمیر اور اہل کشمیر کی خوش بختی سمجھیے کہ اقبال کے بالکل ابتدائی کلام، ۱۸۹۶ء کے اولین قطعات سے لے کر ان کے آخری مجموعہ کلام ارمغان حجاز تک ان کی شاعری میں خطہ کشمیر کا ذکر ایک تسلسل کے ساتھ موجود ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ شاید یہ بھی تھی کہ وہ خود کشمیری الاصل تھے اور اپنی اس نسبت کو اپنے لیے قابل فخر سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

تنم گلے زخیابان جنت کشمیر
دل از حریم حجاز ونواز شیراز است (۱)

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی عروجِ اقبال، میں اقبال کے کشمیر سے گہرے قلبی تعلق پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"کشمیر جنت نظیر سے اقبال کے وجود معنوی کو کچھ ایسا گہرا ربط ہے کہ اگر ہم اقبال کی شخصیت اور شاعری کو علامتی صورت میں دیکھنا چاہیں تو تخیل میں وادی کشمیر کے جلیل وجمیل نقش ابھر آتے ہیں۔ اس کے برف پوش پر جلال کہسار، اقبال کے فکر روشن کی تابناک رفعتوں کے عکاس ہیں اور اس کی گل بدامن و پر بہار وادیاں، کلام اقبال کی شعری وفنی رنگینیوں کی آئینہ دار ہیں۔ اقبال کی مفکرانہ شخصیت ہمیں ان مہاتماؤں کی یاد دلاتی ہے جو ہمالیہ کے دامن میں دھونی

رمائے آسن جمائے، جپ تپ، گیان دھیان میں محو رہتے تھے۔ اور اس کی شاعرانہ فطرت کو وادی کے باسیوں کے ذوق جمال، حسن آفرینی وہنر مندی سے ایک نسبت خاص ہے اور کیوں نہ ہو کہ اقبال خود بھی تو اسی گلشن کا گل سرسبد ہے۔" (۲)

علامہ اقبال ابتدا سے ہی کشمیر کے باغ جاں فزا کے اسیر تھے لیکن بعض وجوہات کی بنا پر ۱۹۲۱ء تک اس چمن دلپذیر کی سیر نہ کر سکے۔ ۱۹۱۷ء میں جب محمد دین فوق نے کشمیر کے تاریخی وجغرافیائی حالات اور قابل دید مقامات کے بارے میں ایک رسالہ 'راہنمائے کشمیر' شائع کیا اور اس کی ایک کاپی اقبال کو بھی پیش کی تو ان کے دل میں کشمیر کی سیاحت کی آرزو مزید مچل گئی۔ چنانچہ جون ۱۹۱۷ء میں منشی محمد دین فوق کے نام ایک خط میں اس خواہش کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"'رسالہ راہنمائے کشمیر' جو حال میں آپ کے قلم سے نکلا ہے نہایت مفید اور دلچسپ ہے۔ طرز بیان بھی دلکش ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ رسالہ عام لوگوں کے لیے نہایت مفید ہوگا۔ افسوس ہے کہ میں نے آج تک کشمیر کی سیر نہیں کی لیکن امسال ممکن ہے کہ آپ کا رسالہ مجھے بھی ادھر کھینچے" (۳) اسی طرح مولانا گرامی کے نام ایک خط میں بھی کشمیر کی سیاحت کا تذکرہ ملتا ہے۔ (۴) مہاراجہ سرکشن پرشاد کے نام ۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو ایک خط لکھا جس میں پھر سیر کشمیر کی آرزو کا ذکر کرتے ہیں۔ (۵)

آخر کار ۱۹۲۱ء میں ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ اقبال کی کشمیر جانے کی دیرینہ آرزو پایہ تکمیل کو پہنچی۔ آپ جون ۱۹۲۱ء میں کشمیر تشریف لے گئے اور جولائی ۱۹۲۱ء کے پہلے ہفتے میں لاہور واپس آ گئے۔ اس مختصر قیام کے دوران جہاں آپ نے وہاں کے برف پوش پہاڑوں اور سر سبز وادیوں کا نظارہ کیا وہاں اس وادی کے مکینوں کے مصائب و آلام اور زبوں حالی کا بھی قریب سے مشاہدہ کیا اور پھر عمر بھر اپنے کلام میں اس کا مختلف پیرایوں میں اظہار کرتے رہے۔

کشمیر میں قیام کے دوران میں علامہ نے فارسی میں ایک قطعہ اور تین نظمیں قلم بند کیں جو "کشمیر"، "غنی کاشمیری" اور "ساقی نامہ" کے نام سے ۱۹۲۳ء میں پیام مشرق میں شائع ہوئیں۔ نظم "کشمیر" میں علامہ نے سرسبز وشاداب پہاڑوں، خوبصورت مرغزاروں، گل پوش وادیوں

اور حسن خداداد کا تذکرہ بھی کیا ہے اور خودنگری کا پیغام بھی دیا ہے۔ یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ علامہ کی نظم ''کشمیر'' میں مشہور فارسی شاعر عطار کی ایک غزل کا خوبصورت تتبع بھی نظر آتا ہے جس کا مطلع یوں ہے:

باد شمال می وزد طرہ یاسمن نگر　　　　وقت سحر ز عشق گل بلبل نعرہ زن نگر (٦)

نظم ''کشمیر'' کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

رخت بہ کاشمر کشا کوہ و تل و دمن نگر

سبزہ جہاں جہاں ببیں لالہ چمن چمن نگر　　　　باد بہار موج موج، مرغ بہار فوج فوج

صلصل و سار زوج زوج بر سر نارون نگر　　　　زخمہ بہ تار ساز زن بادہ بہ ساتگیں بریز

قافلہ بہار را انجمن انجمن نگر (۷)

آخری شعر حاصلِ نظم ہے:

دختر کے برہمنے لالہ رخے سمن برے　　　　چشم بروئے او کشا باز بہ خویشتن نگر (۸)

دوسری نظم ''غنی کاشمیری'' میں علامہ نے غنی کی خودی و خودداری، فقر و استغناء اور خلوت نشینی کا ذکر کیا ہے اور اس مشہور واقعہ کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ غنی جب گھر میں ہوتا تو دروازہ بند رکھتا اور جب گھر سے باہر نکلتا تو دروازہ کھلا چھوڑ دیتا۔ لوگوں نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو غنی نے جواب دیا کہ گھر کی سب سے قیمتی چیز میں خود ہوں۔ جب میں درون خانہ ہوتا ہوں تو اس کی حفاظت کرتا ہوں اور جب باہر چلا جاتا ہوں تو پھر اس خالی گھر کی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔

ز من آنچہ دیدند یاراں رواست　　　　دریں خانہ جز من متاعے کجاست

غنی تا نشیند بہ کاشانہ اش　　　　متاعے گرانے است در خانہ اش (۹)

تیسری نظم ''ساقی نامہ'' بیس اشعار پر مشتمل ہے جو علامہ نے نشاط باغ کشمیر میں بیٹھ کر لکھی تھی۔ ساقی نامہ اس لحاظ سے ایک منفرد نظم ہے کہ اس میں خوبصورت منظر کشی بھی ہے اور اظہار جذبات بھی، فنکارانہ مہارت بھی اور پیغام انقلاب بھی۔ ساقی نامہ کی تشبیب بہاریہ ہے جس میں کشمیر کے آبشاروں، مرغزاروں اور سبزہ زاروں کا ذکر ہے اور اس خلد بریں کی رعنائیوں اور

رنگینیوں کا بیان ہے۔

خوشا روزگارے خوشا نو بہارے　　نجوم پرن است از مرغزارے

تو گوئی کہ یزداں بہشت بریں را　　نہاد است در دامن کوہسارے(۱۰)

اس کے بعد گریز ہے جس میں شاعر ساقی سے شراب حریت کا جام گردش میں لانے کی درخواست کرتا ہے تا کہ اس چند قطروں سے کشمیریوں کے مردہ دلوں کو حیات نو میسر آ سکے اور وہ آزادی کی لازوال نعمت سے آشنا ہوسکیں۔

ساقی نامہ کا اگلہ حصہ ایک نوحے کی صورت اختیار کر جاتا ہے جب علامہ کشمیری قوم کی خودنا شناسی اور زبوں حالی کا رونا روتے ہیں۔علامہ لکھتے ہیں کہ کشمیر کے صناعوں اور ہنرمندوں کی ہنرمندی وصناعی کی بدولت سرمایہ دار دولت سے کھیلتے ہیں اور ریشمی لباس زیب تن کرتے ہین لیکن ان ہنرمندوں کے مقدر میں جامہ تار تار کے سوا کچھ نہیں۔

کشیری　کہ　با بندگی　خوگرفتہ

بتے می تراشد ز سنگ مزارے　　ضمیرش تہی از خیال بلندے

خودی نا شناسے ز خود شرمسارے　　بریشم قبا خواجہ از محنت اُو

نصیب　تنش　جامہء　تار　تارے(۱۱)

ساقی نامہ کے آخری شعر میں علامہ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اے خدا جذبہ حریت سے اہل کشمیر کو سرشار کردے تا کہ وہ آزادی کی لازوال نعمت سے مالا مال ہوجائیں۔

ازاں مئے فشاں قطرہ بر کشیری　　کہ خاکسترش آفریند شرارے(۱۲)

علامہ محمد اقبالؒ، محمد دین فوق کے نام ایک خط میں ''ساقی نامہ'' کا مقصد و مدعا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ کشمیر کے لوگوں میں خود داری کی روح بیدار کی جائے۔ میں نے بھی ایک نظم اس موضوع پر لکھی ہے جو عنقریب فارسی مجموعے میں شایع ہوگی۔''(۱۳)

علامہ کی نظم ساقی نامہ اہل کشمیر میں خودی و خود شناسی پیدا کرنے میں کہاں تک ممد و معاون ثابت ہوئی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پیام مشرق ۱۹۲۳ء میں طبع ہوئی اور اس کے ایک سال بعد ۱۹۲۴ء میں ریشم سازی کے کارخانے میں مزدوروں نے اپنے مالکوں کے ظالمانہ اور استحصالی رویے کے خلاف بغاوت کر دی۔ اسی بغاوت نے تحریک حریت کا روپ دھار لیا اور پورے کشمیر میں بیداری کی لہر دوڑ گئی۔ اس واقعہ کا ذکر ڈاکٹر صابر آفاقی نے جلوۂ کشمیر میں یوں کیا ہے:

''پیام مشرق ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی اور اسے اتفاق سمجھیے یا اقبال کی مومنانہ فراست کی جلوہ گری کہ اس کے ایک ہی سال بعد ۲۱ جولائی ۱۹۲۴ء کو سری نگر کے ریشم خانہ میں پانچ ہزار مزدوروں نے ہڑتال کر دی اور دوسرے دن ایک ہزار مزدوروں کی حمایت میں لاہور اور امرتسر آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس نے عام جلسے کیے اور کشمیر کے سیاسی رہنما اقبال کے اشعار پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کا لہو گرم کرتے رہے اور اس طرح جابر نظام حکومت کے خلاف زبردست تحریک کا آغاز ہوا۔''(۱۴)

''ساقی نامہ'' کی اس اثر آفرینی پر علامہ خود بھی متعجب تھے۔ سید وحید الدین فقیر ''روزگار فقیر'' میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جناب ممتاز حسین فرماتے ہیں کہ ایک روز علامہ کی صحبت میں کشمیر کی سیاسی تحریک پر گفتگو ہو رہی تھی علامہ موصوف فرمانے لگے کہ میں نے کشمیر کے متعلق جو نظم ساقی نامہ نشاط باغ میں بیٹھ کر لکھی تھی اس میں ریشم کے کارخانوں اور کاریگروں کا ذکر بھی شامل تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ بعد میں کشمیر میں سیاسی تحریک وجود میں آئی تو اس کی ابتداء ایک ریشم کے کارخانے میں کاریگروں کی بغاوت سے ہوئی۔(۱۵)

کہا جاتا ہے کہ شاعر کا کام یہ نہیں ہے کہ آسماں سے تارے توڑ لانے کے لیے زمین کو چھوڑ کر آسمان کی سیر کرے۔ اس کا کام یہ ہے کہ زمین کی مٹی سے ستارے بنا کر آسمان پر چمکائے۔ یہ بات بجا سہی لیکن شاعر مشرق کی انفرادیت یہاں بھی اپنے لیے استثنائی مثال پیدا کر لیتی ہے۔ وہ جب زمین پر ہوتے ہیں تو اس پیکر گل کو ستاروں پر کمندیں ڈالنا سکھاتے ہیں اور

جب آسمانوں کی سیر پر نکلتے ہیں تو بھی اس مجبور ومحکوم کشمیری قوم کو فراموش نہیں کرتے۔ علامہ کا آسمانی سفر ''جاوید نامہ'' کی صورت میں ۱۹۳۲ء میں ہمارے سامنے آیا۔ یہ ایک ذہنی وفکری اور روحانی سفر ہے جو علامہ اپنے مرشد معنوی مولانا روم کی رہنمائی میں طے کرتے ہیں۔ افلاک پر ان کی ملاقات مشہور کشمیری شاعر غنی کاشمیری اور حضرت سید علی ہمدانیؒ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت سید علی ہمدانی ایک بلند پایہ عالم دین اور ولی کامل تھے۔ وادی کشمیر میں صنعت وحرفت، تہذیب وتمدن اور تبلیغ اسلام کا سہرا سید ہمدانی کے سر ہے۔ اقبال سید صاحب کی عظمت و بزرگی، دین اسلام کے لیے کشمیر میں ان کی خدمات اور ان کی ہمہ گیر غیر معمولی شخصیت سے بہت متاثر تھے چنانچہ جاوید نامہ میں ان کا ذکر بڑی محبت اور عقیدت سے کرتے ہیں۔ ان کے تعارف میں لکھتے ہیں۔

سید السادات سالارِ عجم — دستِ او معمار تقدیر امم
مرشد آں کشورِ مینو نظیر — میر و درویش و سلاطیں را مشیر
خطہ را آں شاہ دریا آستیں — داد علم و صنعت و تہذیب و دیں
آفرید آں مرد ایران صغیر — با ہنر ہائے غریب و دل پذیر (۱۶)

اس کے بعد علامہ سید ہمدان سے کشمیر کی زبوں حالی کے متعلق چند سوال پوچھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اہل کشمیر کے غم میں بےقرار ہوں اور میرے دل سے دردناک صدائیں نکل رہی ہیں۔

جاں ز اہل خطہ سوزد چوں سپند — خیز د از دل نالہ ہائے دردمند (۱۷)

پھر علامہ اہل کشمیر کی حالت زار بیان کرتے کرتے کشمیر کی فضائے جاں فزا اور حسن فطرت میں کھو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے کشمیر میں خدا کو بے حجاب دیکھا ہے۔

کوہ و دریا و غروب آفتاب — من خدا را دیدم آنجا بے حجاب (۱۸)

اس کے بعد علامہ غنی کاشمیری کو اہل کشمیر کے لیے فریاد کناں دکھاتے ہیں جو باد صبا سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کہ اے باد صبا اگر کبھی جنیوا جانے کا اتفاق ہو تو مجلس اقوام کو ہمارا یہ پیغام دینا کہ انگریزوں نے کشمیر کے دہقانوں، کھیتوں، نہروں اور باغوں کو بیچ دیا ہے اور حد تو یہ ہے کہ

پوری کشمیری قوم کو بہت سستے داموں فروخت کر دیا ہے۔

بادِ صبا اگر بہ جنیوا گزر کنی　　　　حرفے زما بہ مجلس اقوام باز گوئے

دہقان وکشت و جوئے و خیاباں فروختند　　　　قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند (۱۹)

یہاں پہ اس رسوائے زمانہ معاہدہ امرتسر کا ذکر ہے جس کے تحت انگریزوں نے اس فردوس بریں کے کھیتوں، باغوں اور اس کے بدقسمت باشندوں سمیت ۷۵ لاکھ نانک شاہی کے عوض مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ اس معاہدے پر انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی تھی کہ کیا انسانوں کی بھیڑ بکریوں کی طرح خرید وفروخت ہوسکتی ہے۔ تاریخ انسانی میں تذلیل انسانی کا شاید کوئی اور واقعہ موجود نہیں جس میں ایک انسان کو سوا سات روپے کے عوض فروخت کر دیا گیا ہو۔

قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، میں معاہدہ امرتسر کے باعث کشمیر اور کشمیریوں کی تذلیل پہ رقمطراز ہیں:

''انگریز نے ریاست جموں وکشمیر ایک ڈوگرہ مسمّی گلاب سنگھ کے ہاتھ 75 لاکھ نانک شاہی روپیہ کے عوض فروخت کر دی۔ ریاست کا رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل تھا۔ اس نرخ پر یہ سرزمین تقریباً ۱۵۵ روپے فی مربع میل یا موجودہ زمانے کے ایک پیسہ میں تقریباً ۲۷۰ مربع گز پر اٹھی۔ اس وقت کی آبادی کے حساب سے انسانوں کی قیمت تقریباً سات یا سوا سات روپے فی کس پڑی۔'' (۲۰)

اس خرید وفروخت کو دنیا کے تمام باضمیر لوگوں نے ہمیشہ شرمناک قرار دیا۔ حتٰی کہ خود انگریز قوم کی منصف مزاج لوگوں نے بھی اس پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ بقول Victoria Schofield:

"British commentator also expressed concern for the well being of Kashmiries under a man famed for his cruelty. Towards the people of kashmir we have committed a wonton outrage, a gross injustice and an act of tyrannical oppressions, wrote Robert Thorp in

1870, which violates every human and honourable sentiment which is opposed to the whole spirit of modern civilization, and is indirect opposition to very tenent of religion we profess...Robert called sale a peculiarly odious aspect, and render it a dark stain upon the history of British rule in India. For purpose entirely selfish, we deliberately sold millions of human beings into the absolute power of one of the meanest, most avaricious, cruel and unprincipled of men that ever sat upon a throne.(۲۱)

بہر حال غنی کاشمیری دوبارہ علامہ سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کہ آپ اہل کشمیر سے نا امید نہ ہوں کیونکہ جذبہ آزادی کی چنگاری دبی ضرور ہے لیکن بجھی نہیں۔ یہ غلامی عارضی ہے اور ایسی چرب دست وتر دماغ قوم دائمی غلامی قبول نہیں کرسکتی اور ایک وقت آئے گا جب یہ قوم صور کے بغیر ہی قبروں سے اٹھ کھڑی ہوگی۔

کاروانہا را صدائے تو درا　　　تو ز اہل خطہ نومیدی چرا
باش تا بینی کہ بے آواز صور　　　ملتی بر خیزد از خاکِ قبور (۲۲)

بقول ڈاکٹر صابر آفاقی جس طرح چنار کو کشمیر سے اور آتش کو چنار سے جدا نہیں کیا جا سکتا اسی طرح اہل کشمیر کے نام اقبال کے پیغام انقلاب کی ابدیت سے انکار ممکن نہیں۔ (۲۳)

بلاشبہ کلام اقبال اہل کشمیر کے لیے صور اسرافیل کا درجہ رکھتا ہے کہ خواب غفلت میں پڑی ہوئی قوم میدانِ عمل میں اتر چکی ہے۔ اہل کشمیر وقت کی قرطاس پر جرات وعزیمت کی لازوال داستان رقم کر رہے ہیں اور حضرت اقبال کا کلام وہی کام کر رہا ہے جو ایک مجاہد کی تلوار کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

(۱) علامہ محمد اقبال، پیامِ مشرق، مشمولہ کلیاتِ اقبال (فارسی)۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۳ء، ص ۳۴۸

(۲) افتخار احمد صدیقی۔ عروجِ اقبال۔ لاہور: بزمِ اقبال۔ ۱۹۸۷ء، ص ۴

(۳) اقبال بنام فوق۔ مشمولہ انوارِ اقبال۔ مرتب، بشیر احمد ڈار۔ لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۷ء، ص ۶۵

(۴) اقبال بنام گرامی۔ مشمولہ مکاتیب اقبال بنام گرامی۔ کراچی: اقبال اکادمی پاکستان، طبع اول، اپریل ۱۹۶۹ء، ص ۱۴۴

(۵) اقبال بنام مہاراجہ سرکشن پرشاد۔ مشمولہ روحِ مکاتیب اقبال۔ مرتبہ، محمد عبداللہ قریشی۔ لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۷ء، ص ۲۳۳

(۶) فرید الدین عطار۔ دیوان غزلیات وقصائد عطار۔ اہتمام وتصحیح، دکتر تقی تفضلی۔ تہران: ۱۳۴۱، ص ۳۰۶

(۷) اقبال۔ پیامِ مشرق، مشمولہ کلیاتِ اقبال۔ ص ۲۸۳ (۸) ایضاً

(۹) ایضاً ص ۲۸۶ (۱۰) ایضاً ص ۲۶۹ (۱۱) ایضاً ص ۲۷۱

(۱۲) ایضاً (۱۳) اقبال بنام فوق۔ مشمولہ انوارِ اقبال۔ ص ۴۷

(۱۴) ڈاکٹر صابر آفاقی۔ جلوۂ کشمیر۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص ۱۸۸

(۱۵) سید وحید الدین فقیر۔ روزگارِ فقیر (جلد دوم)۔ کراچی: لائن آرٹ پریس، ۱۹۶۵ء، ص ۱۰۲

(۱۶) علامہ محمد اقبال۔ جاوید نامہ۔ مشمولہ، کلیاتِ اقبال۔ ص ۶۳۱

(۱۷) ایضاً۔ ص ۶۳۲ (۱۸) ایضاً۔ ص ۶۳۳ (۱۹) ایضاً۔ ص ۶۳۴

(۲۰) قدرت اللہ شہاب۔ شہاب نامہ۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء، ص ۳۵۵

.21 Victoria Schefield, Kashmir In The Crossfire, New York: IB Tauris Publishers, 1996, P. 60.

(۲۲) علامہ محمد اقبال۔ جاوید نامہ۔ مشمولہ، کلیات اقبال۔ ص ۶۳۸

(۲۳) ڈاکٹر صابر آفاقی، جلوۂ کشمیر۔ ص ۲۰۹

✿✿✿